قربانی کے احکام و مسائل

تحریر: حضرت العلام مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

قربانی واجب ہے یا سنت؟

قربانی کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت؟ لیکن احادیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ جب تک مدینہ منورہ رہے قربانی کرتے رہے۔ اور دوسرے مسلمان بھی قربانی کرتے رہے۔ کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپؐ نے قربانی کیلئے وجوباً حکم دیا ہو۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا قربانی واجب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: (**ضحی رسول الله ﷺ والمسلمون**) ترجمہ: ''نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے قربانی دی اور مسلمان بھی قربانی دیا کرتے تھے''۔

سائل نے جواب ناکافی سمجھ کر وجوب وغیرہ کا لفظ نہ دیکھ کر دوبارہ وہی سوال کیا، اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: ''تم سمجھتے نہیں؟ میں تم سے کہہ رہاں ہوں کہ حضور ﷺ نے بھی قربانی دی اور عام مسلمان بھی قربانی دیا کرتے تھے۔'' مقصد عبداللہ بن عمر کا یہ تھا کہ کوئی حدیث ایسی نہیں، جس میں حکم دیا گیا ہو، صرف آپ کا عمل ثابت ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ قربانی دی۔ چنانچہ دوسری روایت میں فرماتے ہیں: (**اقام رسول الله ﷺ بالمدينة عشر سنين يضحى**) (ترمذی) ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ مدینہ میں دس سال رہے اور ہمیشہ قربانی دیتے رہے۔'' امام ترمذیؒ ابن عمرؓ کا قول اول نقل کر کے فرماتے ہیں: ''**والعمل على هذا عند أهل العلم ان الأضحية ليست بواجبة وانها سنة من سنن النبى ﷺ**'' ترجمہ: ''اسی پر اہل علم کا عمل ہے کہ قربانی واجب تو نہیں لیکن یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے''۔

ابن ماجہ کی ایک حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں (**یا أيها الناس ان على كل أهل بيت فى كل عام أضحية**) ترجمہ: ''لوگو ہر گھر پر ہر سال میں ایک قربانی ہے''۔

لیکن اس حدیث کے راویوں میں عامر ابو رملہ مجہول راوی ہے۔ اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہر گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی ہوگی۔ نہ یہ کہ ہر شخص کی طرف سے ایک قربانی۔ اس کی تائید ابو ایوب انصاریؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ عطاء بن یسار نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے

دریافت کیا کہ آپؐ کے زمانہ میں قربانی کس طرح دی جاتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی دیتا۔ وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تا آنکہ لوگوں نے اس میں فخر وریا شروع کردی یعنی کثرت سے قربانی دینے لگ گئے۔ یہ قول امام احمدؒ، اسحٰقؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔ امام شافعیؒ نے اس حدیث سے (**اذا خلت العشر فأراد أحدكم أن يضحى**) سے بھی استدلال کیا کہ قربانی واجب نہیں۔ کیونکہ اس میں قربانی کو ارادے پر معلق کیا ہے۔ اور وجوب ارادہ کے منافی ہوتا ہے۔ اسی طرح ابن ماجہ کی دوسرے حدیث جس میں عبداللہ بن عیاش منکر الحدیث راوی ہے، بھی قابل استدلال نہیں۔ اسکے الفاظ یہ ہیں: (**من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا**)۔ ترجمہ: ''جس شخص کو گنجائش ہو اور پھر قربانی نہ دے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے''۔

عبداللہ بن عیاش کو ابوداؤد اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ منکر الحدیث اور غلط روایت کرنے والا ہے۔ جیسا کہ علامہ سندھی نے حاشیہ ابن ماجہ میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے۔ امام مسلمؒ نے اس سے روایت متابعات اور شواہد میں کی ہے۔ اس لئے اس سے توثیق نہیں ہوسکتی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس روایت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر ائمہ حدیث کے نزدیک یہ مرفوع ثابت نہیں بلکہ موقوف ہے اور صحابہؓ سے مختلف آثار اس مسئلہ میں مروی ہیں اور ابوبکرؓ، عمرؓ، ابومسعود انصاریؓ، عبداللہ بن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ قربانی سنت ہے۔ اس لئے اکثر محدثین کا اس مسئلہ میں یہی فتویٰ ہے کہ قربانی سنت ہے۔

قربانی کی فضلیت:

اس عمل کی محبوبیت اور فضیلت کا ذکر کرتے وقت آپؐ نے یہ فرمایا (**ما عمل آدمی من عمل یوم النحر احب الی الله من اهراق دم**) ترجمہ: ''قربانی کے دن کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون گرانے سے زیادہ محبوب نہیں''۔ اور جیسا کہ عام طور پر زبان زد عام ہے کہ قیامت کے دن پل صراط پر قربانی کے جانور سواری کا کام دیں گے۔ اس لئے قربانی کے جانور خوب موٹے تازے ہونے چاہئیں۔ بالکل غلط ہے۔ اس کا کسی حدیث سے ثبوت نہیں مل سکتا۔ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں اس مضمون کی ایک حدیث ذکر کر کے بحوالہ ابن صلاح لکھا ہے کہ یہ حدیث جہاں تک ہمیں علم ہے ثابت نہیں اور اس کا کوئی اصل نہیں۔

بہترین قربانی:

اس میں کوئی شک نہیں کہ موٹی تازی اور عمدہ قربانی کو آپ ﷺ پسند کرتے جیسا کہ حافظ نے تلخیص میں یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے۔ (**أحب الضحايا الى الله أعلاها وأسمنها**) ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب قربانی موٹی تازی اور بلند قامت یا عمدہ قسم کی ہے''۔ اور بعض علماء نے تو یہ آیۃ ﴿**ومن يعظم شعائر الله**﴾ کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ قربانی موٹی اور عمدہ ہو۔ امام بخاریؒ نے بھی ''**البدن**'' کی تفسیر میں ایسا ہی ایک قول مجاہد سے نقل کیا ہے۔ ایک حدیث ترمذی اور ابوداؤد میں بھی ہے کہ (**خير الأضحية الكبش**) ترجمہ: ''بہترین قربانی دنبہ'' یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن آپ کا عمل یہی رہا۔ جیسا کہ اکثر اہل سنن نے حضرت انسؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ (**ضحى رسول الله ﷺ بكبشين أقرنين أملحين ذبحهمابيده و سمى و كبر**) ترجمہ: ''آپ ﷺ نے دو دنبوں کی قربانی کی۔ جو دو سینگ والے اور چتکبرے تھے۔ دونوں کو آپ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور **بسم الله ، الله اکبر** پڑھا''۔

اور حضرت علیؓ سے ترمذی میں یہ روایت ہے کہ آپ ہمیشہ دو دنبوں کی قربانی کرتے تھے۔ ایک نبی ﷺ کی طرف سے ایک اپنے لئے۔ کسی کے سوال کے جواب میں آپؓ نے کہا مجھ کو نبی ﷺ نے یہ حکم دیا ہے۔ میں اس کو کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا اور یہ ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس جانور کی قربانی دی تھی وہ دنبہ ہی تھا۔ اس لئے اکثر علماء نے کہا ہے کہ بہترین قربانی دنبہ ہے۔

قربانی کے جانور:

رسول اللہ ﷺ نے قربانی، عقیقہ ہمیشہ انہی آٹھ قسم کے جانوروں میں سے کیا جن کی تفصیل سورۃ انعام میں موجود ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں حضرت علیؓ کا یہ استنباط پیش کیا ہے جو انہوں نے مندرجہ ذیل آیات سے کیا ہے۔ سورۃ حج میں ایک جگہ فرمایا ہے ﴿**ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام**﴾ ترجمہ: ''ہر امت کے لئے ہم نے قربانی قرار دی تا کہ اللہ نے جو ان کو مویشی (چارپائے) دے رکھے ہیں۔ قربانی کرتے وقت ان پر اللہ کا نام لیں''۔ اس آیت میں یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے جانوروں کے لئے بھیمۃ الانعام ہونا چاہیئے۔ اسی طرح اس سے پہلے سورۃ حج آیت ۲۸ میں فرمایا ﴿**على ما رزقهم من بهيمة الانعام فكلوا منها واطعموا البائس الفقير**﴾ ترجمہ: ''اللہ کا نام لیں۔ ان چارپاؤں مویشیوں پر جو اللہ نے

ان کو دے رکھے ہیں۔لوگو قربانی کے گوشت سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاجوں کو بھی کھلاؤ''۔

اس آیت سے بہ کمال وضوح یہ ثابت ہوا کہ قربانی کے جانور وہی ہیں جس کیلئے قرآن مجید میں ''**بهيمة الانعام**'' لفظ بولا جاتا ہے۔اب قرآن مجید ہی سے اس لفظ کی تشریح دریافت کرتے ہیں تو سورۃ انعام آیت ۱۴۳ سے اس کی تشریح یہ معلوم ہوتی ہے۔ ﴿**ومن الأنعام حمولة وفرشا كلوا مما رزقكم الله وقال... ثمانية أزواج من الضان اثنين ومن المعز اثنين (وقال) ... ومن الابل اثنين ومن البقر اثنين**﴾ ترجمہ: ''اللہ نے یہ چار پائے نر و مادہ آٹھ قسم کے پیدا کئے ہیں (بعض اونٹ کی طرح) بوجھ اٹھانے والے اور (بعض بھیڑ بکری کی طرح) زمین سے لگے ہوئے۔لوگو اللہ نے جو تمہیں روزی دی ہے اس میں سے بے تامل کھاؤ''۔ پھر فرمایا ''اللہ نے یہ چار پائے آٹھ قسم کے پیدا کئے ہیں اور بھیڑوں میں سے نر اور مادہ، دو بکریوں میں سے نر مادہ، پھر فرمایا دو اونٹوں میں سے نر و مادہ، دو گائے کی قسم سے نر و مادہ''۔ لفظ:''**بهيمة الانعام**'' کی قرآنی تشریح کے بعد یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ قربانی انہی آٹھ قسم کے جانوروں سے دینی چاہیئے۔حضرت علیؓ کے اس استنباط اور اسی تفسیر کی بناء پر حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد میں اور دوسرے محدثین نے یہ لکھا ہے ''**وهي مختصة بالأزواج الثمانية المذكورة في الأنعام**'' کہ قربانی، عقیقہ وغیرہ انہی آٹھ قسم کے جانوروں کے ساتھ مخصوص ہے۔اور رسول اللہ ﷺ سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپؐ نے اونٹ گائے بکری دنبہ کی قربانی دی ہے۔گائے کی قربانی آپؐ نے اپنی طرف سے مختلف اوقات میں کی۔صحابہ کرامؓ سے بھی انہی جانوروں کی قربانی ثابت ہے۔

قربانی میت کی طرف سے:

اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان تھوڑا اختلاف ہے۔حضرت علیؓ ہمیشہ دو دنبوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور ایک سوال کے جواب میں آپؓ نے فرمایا: (**ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصاني ان اضحى عنه فانا اضحى عنه**) (ترمذی، ابوداؤد) رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی کہ میں آپؐ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔سو اس کی تعمیل میں قربانی دیتا ہوں۔

چونکہ اس حدیث کے بعض راویوں پر جرح ہے۔اس لئے بعض ائمہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مبارکؒ کا قول امام ترمذیؒ نے نقل کیا کہ ان کے نزدیک قربانی میت کی طرف سے جائز نہیں لیکن صدقہ جائز ہے اور اگر قربانی کرے بھی تو خود اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ سارے کا سارا صدقہ کر دے۔ لیکن کسی حدیث سے ایسا ثابت نہیں ہے۔ترمذی کی حدیث میں اگرچہ ایک راوی پر جرح ہے لیکن یہ صحیح حدیث

سے ثابت ہے کہ آپؐ ایک قربانی تمام امت کی طرف سے دیتے۔ جیسے کہ پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں تو امت میں زندہ اور مردہ سب شامل ہیں جو آپؐ کے سامنے فوت ہو چکے ہیں وہ بھی اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے وہ بھی اس میں شامل ہیں اور یہ حدیث مسلم، دارمی، ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد اور حاکم وغیرہ سب نے روایت کی ہے اور متعدد صحابہؓ سے مروی ہے۔ لیکن یہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ جو قربانی آپؐ امت کی طرف سے دیتے وہ ساری کی ساری صدقہ کر دیتے تھے اور اس میں سے آپؐ یا آپؐ کے گھر والے کچھ نہیں کھاتے تھے بلکہ مسند امام احمد کے الفاظ تو بہت زیادہ ہیں اس میں تو یہ ہے: (**فیطعمه جمیعا المساکین ویاکل هو واهله منها** (**عن ابی رافع**) کہ آپؐ دونوں قربانیوں میں سے مساکین کو بھی کھلاتے اور آپؐ اور آپؐ کے گھر والے سب ان دونوں میں سے کھاتے۔

اس لئے صحیح قول یہی ہے کہ میت کی طرف سے قربانی دی جا سکتی ہے اور اس میں سے کچھ صدقہ کرنا اور کچھ خود کھالینا جائز ہے۔

قربانی کا وقت:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص نماز سے پہلے ذبح کرے تو وہ قربانی شمار نہ ہوگی۔ براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا(**من ذبح قبل الصلوٰة فانما یذبح لنفسه ومن ذبح بعد الصلوٰة فقد تم نسکه واصاب سنة المسلمین**) ترجمہ: ’’جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنے (کھانے پینے) کیلئے ذبح کیا اور جس نے نماز عید کے بعد ذبح کیا اس نے اپنی قربانی پورے طور پورا ادا کر دی اور مسلمانوں کے طریقے کے مطابق عمل پیرا ہوا‘‘۔

لیکن قربانی کے آخری وقت کے متعلق بہت سا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک عید کا روز اور تین روز اس کے بعد یعنی چار دن۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے ایک قول میں قربانی کے تین دن ہیں۔ بعض کے نزدیک صرف ایک دن اور بعض کے نزدیک عید کے دن سے آخر مہینہ ذی الحجہ تک۔ ان چاروں اقوال میں سے تیسرا قول تو صریح آیت ﴿**لیذکروا اسم الله فی ایام معلومات علی ما رزقهم من بهیمة الأنعام**﴾ کے خلاف ہے اور کوئی آیت اس مضمون کی نہیں ہے کہ صرف عید کا دن قربانی کا دن ہے۔ یا یہ کہ قربانی کا دن ایک ہی ہے۔ چوتھا قول بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ کوئی مرفوع اور صحیح حدیث اس بارے ثابت نہیں ہے۔ مراسیل ابی داؤد میں ایک مرسل روایت ہے لیکن مرسل روایت محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ مرفوع احادیث کے خلاف ہو۔ دوسرا قول صحیح حدیث کے مطابق ہے یعنی عید کے بعد تین دن اور قربانی کی جا

سکتی ہے۔یہی قول جمور اہل علم کا ہے۔حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔ ''جمہور کی دلیل جبیر بن مطعمؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ تمام ایام تشریق میں ذبح ہوسکتا ہے۔امام احمدؒ نے اس کو روایت کیا ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے۔دار قطنیؒ نے اس کو مفصل بیان کیا ہے۔لیکن اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔'' (فتح الباری)

ایام تشریق کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں کہ وہ عید کے بعد تین دن تک ہیں یعنی ۱۳ ذوالحجہ تک۔دار قطنی نے اس کو دو طریقوں سے متصلا بیان کیا ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے دار قطنیؒ کے راویوں کو ثقہ کہا ہے اور علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں جبیر بن مطعمؓ کی حدیث کے علاوہ جابرؓ سے بھی یہی حدیث اسمہ بن زیدؓ کے واسطے نقل کی ہے جو ثقہ اور قابل اعتماد راوی ہیں اور اس کے علاوہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایام تشریق کو ایام ''اکل و شرب'' کھانے پینے کے دن فرمایا ہے اور اسی لئے ان ایام میں روزہ رکھنا حرام ہے اور جب عید کے بعد تین دن ان سب احکام میں ایک حیثیت رکھتے ہوں یعنی یہی تین دن ایام منی، ایام رمی اور ایام تشریق ہیں۔ان میں روزہ رکھنا حرام ہے۔پھر کیا وجہ ہے کہ ذبح قربانی کے لئے ایک دن (تیرھویں تاریخ) کو مستثنی کر دیا جائے۔

علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور حضرت علیؓ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ (**ایام النحر ایام الاضحی و ثلاثة ایام بعده**) قربانی کے دن عید کے روز اور تین دن اس کے بعد ہیں۔اس کے بعد فرماتے ہیں۔یہی قول اہل بصرہ کے امام حسنؒ کا اور امام اہل مکہ عطاء بن ابی رباحؒ اور امام اہل شام اوزاعیؒ، امام فقہا اہل حدیث شافعیؒ کا ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کتاب الاختیارات میں فرماتے ہیں''**و آخر وقت ذبح الأضیحة اخر ایام التشریق و هو مذهب شافعیؒ و احد القولین فی مذهب احمدؒ**''۔قربانی کا آخری وقت ایام تشریق کا آخری دن ہے اور یہی مذہب امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی ہے۔

قاضی شوکانیؒ نے نیل الاوطار ۴/۳۵۹ میں اور حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر کی دوسری جلد ص ۵۳ میں اسی مسلک کی تائید کی ہے اور اس کو تمام اقوال میں ارجح بتایا ہے۔

اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا:

نبی ﷺ مدینہ منورہ میں عام طور پر اپنے دست مبارک سے قربانی کے جانور خود ذبح کرتے۔اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپؐ نے ۶۳ اونٹ خود ذبح کئے اور ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ نے ذبح کئے۔کیونکہ آپؐ نے ۱۰۰ اونٹ کی قربانی دی تھی۔تو معلوم ہوا کہ قربانی دینے والوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیئے اور یہی افضل ہے اور کسی کی طرف سے وکالتاً ذبح کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی امہات المؤمنین کی

طرف سے گائے کی قربانی حجۃ الوداع کے موقع پر دی تھی۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم:

قربانی کا گوشت صدقہ وخیرات سے مختلف ہے۔اس لئے نبی کریم ﷺ خود قربانی کا گوشت تناول فرمایا کرتے بلکہ قربانی کے دن کھانا گوشت ہی سے شروع کرتے،گھر والوں کو کھلایا کرتے اور لوگوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''اس میں سے تم خود کھاؤ اور ضرورت مند اور محتاجوں کو کھلاؤ''(سورۃ حج)

بعض علماء نے تقسیم کے سلسلہ میں اس طریقہ کو پسند کیا ہے کہ گوشت کے تین حصے کر کے ایک گھر والوں کیلئے رکھ لیا جائے،دوسرا رشتہ داروں کیلئے اور تیسرا فقراء اور مساکین کیلئے۔

اگر کوئی اپنی سہولت اور آسانی کیلئے اس طرح کر لے تو کوئی حرج نہیں لیکن یہ تقسیم ضروری نہیں اور نہ ہی قربانی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے۔اس میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے جیسے کوئی تھوڑا سا گوشت خود رکھ کر باقی سارا تقسیم کر دے یا کوئی ضرورت ہو تو زیادہ رکھ لے وغیرہ۔غرض حسب ضرورت اور حسب سہولت اس کی تقسیم کی جا سکتی ہے۔

حضرۃ الامیر المرکزیہ کی جامعہ میں تشریف آوری

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے امیر سینیٹر پروفیسر ساجد میر صاحب یکم دسمبر کو جامعہ علوم اثریہ جہلم تشریف لائے۔حافظ عبدالحمید عامر صاحب رئیس جامعہ علوم اثریہ کی قیادت میں علماء کرام،احباب جماعت اور کارکنوں نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا۔علماء کرام،سیاسی رہنماؤں،ناظم حضرات،ممبران اسمبلی اور پریس کے نمائندوں نے آپ سے ملاقات کی اور حالات حاضرہ نیز باہمی دلچسپی کے معاملات پر تبادلۂ خیالات ہوا۔اس موقع پر علامہ عبدالعزیز حنیف صاحب ناظم اعلیٰ مرکزیہ،میاں محمد جمیل صاحب،حاجی عبدالرزاق صاحب،شیخ منظور احمد صاحب،مولانا محمد نعیم بٹ صاحب،حافظ عبدالرزاق سعیدی صاحب،چوہدری محمد امین صاحب،سید اکرام الحق جاوید صاحب،حافظ عبدالوحید صاحب و دیگر علماء کرام تشریف لائے۔حافظ عبدالحمید عامر صاحب کی صاحبزادی کی تقریب نکاح میں امیر محترم شریک ہوئے،نکاح کا خطبہ بھی دیا اور سرشام اسلام آباد روانہ ہو گئے۔